

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
”اور جو اُس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔“

(المائدہ: ۴۴)

ایک نہایت اہم استفتاء

(اسلامی نظام کے قیام اور طاغوتی نظام اور اس کے تحت قائم
کی جانے والی عدالتوں سے برأت پر ایک نادر و نایاب تحریر)



سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ایک نہایت اہم استفتاء

(اسلامی نظام کے قیام اور طاغوتی نظام اور اس کے تحت قائم
کی جانے والی عدالتوں سے برأت پر ایک نادر و نایاب تحریر)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

پیش لفظ

سید ابوالاعلیٰ مودودی بیسویں صدی کی ان چند نامور شخصیات میں سے ایک ہیں جو بظاہر سکہ بند عالم دین تو نہیں تھے لیکن دین کا اخلاص کے ساتھ درد رکھنے والے، شریعت اسلامی کے قیام کے زبردست داعی، اسلام اور اس کے احکامات پر مغرب اور مغرب پرست مسلمانوں کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کا شافی جواب دینے والے اور مسلمانوں کے دینی و دنیوی اعتبار سے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ انہی بنیادی صفات کے ساتھ وہ اٹھے اور انہوں نے دین اسلام کے نفاذ اور خلافت اسلامیہ کے قیام کے لئے جموعی اعتبار سے ایک اسلامی جماعت کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ بہت سے سکہ بند علماء حق بھی ان کے ہمسفر اور ہمراہ بن گئے۔

سید مودودی جس عقیدے اور دینی فکر پر اس جماعت کی بنیاد رکھنے جا رہے تھے، اس کا اندازہ اس دور میں موصوف کے خطبات اور تصنیفات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جس کی اساس میں توحید علی، طاغوت کا کفر اور عقیدہ الولاء والبراء نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اس کی ایک تابندہ اور بہترین مثال موصوف کی وہ تحریر ہے جو کہ ترجمان القرآن، اگست ۱۹۴۰ء کے شمارے میں ”ایک اہم استفتاء“ کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس تحریر سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے موصوف کس شدت کے ساتھ قانون اسلامی کے نفاذ کے حامی اور اس کے برخلاف غیر الہی قوانین کو نافذ کرنے والے کفار ہوں یا نام نہاد مسلمان سے کس قدر بیزار اور ان سے برأت کا اظہار کرنے والے تھے اور اسی بنیاد پر انہوں نے اپنی جماعت کو لے کر چلنا چاہا۔

لیکن تاریخ کا یہ بھی ایک المناک باب ہے کہ بہت سی شخصیات اور تحریکیں دین حق کے قیام کے لئے پورے اخلاص، نیک نیتی اور صحیح بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہیں لیکن زمانے کے حوادث ان کو صحیح منہج اور فکر سے آہستہ آہستہ مختلف حیلے بہانوں سے دور لے جاتے ہیں اور بالآخر یہ ہوتا ہے کہ جو تحریکیں اسلامی نظام کے قیام اور غیر الہی نظام زندگی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے میدان میں آئی ہوتی ہیں وہ اصل منہج و فکر سے اعراض کی وجہ سے غیر اسلامی حتیٰ کہ کفریہ اور شرکیہ طریقہ و منہج کے ذریعے شریعت کے قیام کی کوشش کرتے نکلتی ہیں اور اسی نظام باطل سے اسلامی عدالت کی بھیک مانگنے لگتی ہیں جس کے کفر اور انہدام کے لئے ان کو کھڑا ہونا تھا۔

ایک نہایت اہم استفتاء

(سید ابوالاعلیٰ مودودی)

ہمارے پاس دہلی سے ایک صاحب نے ایک مطبوعہ استفتاء بھیجا ہے۔ جس کا موضوع بجائے خود نہایت اہم ہے اور اس لحاظ سے اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ ہمارے اکابر اس مسئلہ کو غیر شرعی طریقہ پر حل کرنے کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ ذیل میں استفتاء اور اس کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

سوال:

ماہرین علوم اسلامیہ و مفتیان شرع متین سے حسب ذیل سوالوں کا مدلل جواب کتاب وسنت کی روشنی میں جلد مطلوب ہے:

(۱) اگر کوئی غیر مسلم حاکم یا غیر مسلم ثالث و شیخ مسلمان مرد و عورت کے نکاح کو اسلامی احکام کے مطابق فسخ کر دے، یا غیر مسلم حاکم یا غیر مسلم ثالث و شیخ عورت پر مرد کا ظلم ثابت ہو جانے کی صورت میں مرد کی طرف سے عورت کو طلاق دے دے، جیسا کہ بعض صورتوں میں مسلمان قاضی کو یہ حق حاصل ہے، تو کیا نکاح فسخ ہو جائے گا؟ اور عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور عورت کو شرعی حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ غیر مسلم کے فسخ کردہ نکاح اور ایقائے طلاق کو شرعاً درست سمجھ کر بعد عدت یا جیسی صورت ہو، دوسرے مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے؟

(۲) اگر سوال مذکورۃ الصدر کا جواب نفی میں ہو۔ یعنی شرعاً غیر مسلم کے حکم فسخ نکاح یا ایقائے طلاق کے بعد بھی وہ عورت شوہر اول کی زوجیت میں باقی رہتی ہے، تو اس صورت میں جو عورت دوسرے مرد سے نکاح کر لے گی، اور دوسرے مرد کو یہ علم بھی ہو کہ اس عورت نے غیر مسلم حاکم یا غیر مسلم ثالث و شیخ کے ذریعے سے طلاق حاصل کی ہے، تو وہ نکاح باطل و فاسد ہوگا یا نہیں؟ اور دوسرے مرد سے نکاح کے باوجود اس عورت کا دوسرے مرد سے زن و شوہر کا تعلق رکھنا حرام ہوگا یا نہیں؟ اور دونوں شرعاً ناکہ مرتکب سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

(۳) اور دوسرے مرد سے نکاح باطل ہونے کی صورت میں جب اس دوسرے مرد سے کوئی اولاد ہوگی تو وہ ولد الحرام ہوگی یا نہیں؟ اور یہ اولاد اس دوسرے مرد کے ترکے سے محروم ہوگی یا نہیں؟

مہربانی فرما کر ان سوالوں کے جواب نمبر وار مدلل تحریر فرمائیے۔ الخ

جواب:

اس سوال میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ صرف غیر مسلم حاکم یا غیر مسلم ثالث و شیخ کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، حالانکہ سوال یہ کرنا چاہیے تھا کہ جو عدالتی نظام خدا سے بے نیاز ہو کر انسان نے خود قائم کر لیا ہو اور جس کے فیصلے انسانی ساخت کے قوانین پر مبنی ہوں، اس کو خدا کا قانون جائز تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اس کے ساتھ ضمنی غلطی یہ بھی ہے کہ سوال صرف فتح و تغریق کے معاملات کے متعلق کیا گیا ہے حالانکہ اصولی حیثیت سے ان معاملات کی نوعیت دوسرے معاملات سے مختلف نہیں ہے۔ صرف نکاح و طلاق کے معاملات میں نہیں، بلکہ جملہ معاملات میں غیر اسلامی عدالت کا فیصلہ اسلامی شریعت کی رو سے غیر مسلم ہے۔ اسلام نہ اس حکومت کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک الملک، یعنی اللہ سے بے تعلق ہو کر آزادانہ خود مختارانہ قائم کی ہوئی ہو، نہ اس قانون کو تسلیم کرتا ہے جو کسی انسان یا انسانوں کی کسی جماعت نے بطور خود بنالیا ہو، نہ اس عدالت کے حق سماعت و فصل خصوصیات کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک و فرمانروا کے ملک میں اس کی اجازت (Sanction) کے بغیر اس کے باغیوں نے قائم کر لی ہو۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایسی عدالتوں کی حیثیت وہی ہے جو انگریزی قانون کی رو سے ان عدالتوں کی قرار پاتی ہے جو برطانوی سلطنت کی حدود میں "تاج" کی اجازت کے بغیر قائم کی جائیں۔ ان عدالتوں کے جج، ان کے کارندے اور وکیل، اور ان سے فیصلے کرانے والے جس طرح انگریزی قانون کی نگاہ میں باغی و مجرم اور بجائے خود مستزم سزا ہیں، اسی طرح اسلامی قانون کی نگاہ میں وہ پورا عدالتی نظام مجرمانہ و باغیانہ ہے جو بادشاہ ارض و سما کی مملکت میں اس کے "سلطان" (Authority) کے بغیر قائم کیا گیا ہو، اور جس میں اس کے منظور کردہ قوانین کے بجائے کسی دوسرے کے منظور کردہ قوانین پر فیصلہ کیا جاتا ہو۔

ایسا نظام عدالت مجرم مجرم ہے، اس کے جج مجرم ہیں، اس کے کارکن مجرم ہیں اور اس کے جملہ احکام قطعی طور پر کالعدم ہیں۔ اگر ان کا فیصلہ کسی خاص معاملہ میں شریعت اسلامی کے مطابق ہو، تب بھی وہ فی الاصل غلط ہے۔ کیونکہ بغاوت اس کی جڑ میں موجود ہے۔ بالفرض اگر وہ چور کا ہاتھ کاٹیں، زانی پر کوڑے یا رجم کی سزا نافذ کریں، شرابی پر حد جاری کریں، جب بھی شریعت کی نگاہ میں چور اور زانی اور شرابی اپنے جرم سے اس سزا کی بناء پر پاک نہ ہوں گے، اور خود یہ عدالتیں بغیر کسی حق کے ایک شخص کا ہاتھ کاٹنے یا اس پر کوڑے یا پتھر برسانے کی مجرم ہوں گی۔ کیونکہ انہوں نے خدا کی رعیت پر وہ اختیارات استعمال کیے جو خدا کے قانون کی رو سے ان کو حاصل نہ تھے۔

ان عدالتوں کی یہ شرعی حیثیت اس صورت میں بھی علیٰ حالہ قائم رہتی ہے جبکہ غیر مسلم کے بجائے کوئی نام نہاد مسلمان ان کی گری پر بیٹھا ہو۔ خدا کی باغی حکومت سے فیصلہ نافذ کرنے کے اختیارات لے کر جو شخص مقدمہ کی سماعت کرتا ہے اور جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کی رو سے احکام جاری کرتا ہے، وہ کم از کم جج کی حیثیت سے تو مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ خود باغی کی حیثیت رکھتا ہے، پھر بھلا اس کے احکام کالعدم ہونے سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟

یہی قانونی پوزیشن اس صورت میں بھی قائم رہتی ہے جب کہ حکومت جمہوری (democratic) ہو اور اس میں مسلمان شریک ہوں، خواہ مسلمان کسی جمہوری حکومت میں قلیل التعداد ہوں یا کثیر التعداد، یا وہ ساری آبادی مسلمان ہو جس نے جمہوری لادینی اصول پر نظام حکومت قائم کیا ہو۔ بہر حال جس حکومت کی بنیاد اس نظر پر ہو کہ اہل ملک خود مالک الملک (Sovereign) ہیں اور ان کو قانون الہی سے بے نیاز ہو کر خود اپنے لئے قانون بنانے کا اختیار حاصل ہے، اس کی حیثیت اسلام کی نگاہ میں بالکل ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی رعیت اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور اس کے بالمقابل اپنی خود مختارانہ حکومت قائم کر لے۔ جس طرح ایسی حکومت کو اس بادشاہ کا قانون کبھی جائز تسلیم نہیں کر سکتا اسی طرح اس نوعیت کی جمہوری حکومت کو خدا کا قانون کبھی تسلیم نہیں کرتا۔ ایسی جمہوری حکومت کے تحت جو عدالتیں قائم ہوں گی، خواہ ان کے جج قومی حیثیت سے مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان کے فیصلے بھی اسی طرح کالعدم ہوں گے، جس طرح کہ صورت اول و دوم میں بیان کئے گئے ہیں۔

[درج بالا پیرا گراف پڑھنے کے بعد ان لوگوں کی بھی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے جو پاکستان میں نافذ خود ساختہ اور غیر الہی قوانین و احکام پر مشتمل آئین کو صرف چند الفاظ کے بغیر پھیر کر بنیاد پر اسلامی دستور کا نام دیتے ہیں۔ مرتب]

جو کچھ عرض کیا گیا اس کی صحت پر پورا قرآن دلیل ہے۔ تاہم چونکہ سائل نے کتاب و سنت کی تصریحات کا مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے محض چند آیات قرآنی یہاں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے، خلق اسی کی ہے۔ لہذا فطری طور پر "امر" کا حق (Right to rule) بھی صرف اسی کو پہنچتا ہے۔ اس کے ملک (Dominion) میں اس کی خلق پر، خود اس کے سوا کسی دوسرے کا امر جاری ہونا اور حکم چلنا بنیادی طور پر غلط ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکُ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران: ۲۶)
 "کہو اے اللہ! مالک الملک، تو جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔"

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَزَاكُم لَه الْمُلْكُ (فاطر: ۱۳)

”وہ (اللہ) تمہارا رب ہے، ملک اسی کا ہے۔“

لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

”بادشاہی میں کوئی اس کا شریک (Partner) نہیں ہے۔“

فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (المومن: ۱۲)

”لہذا حکم اللہ بزرگ و برتری کیلئے خاص ہے۔“

وَلَا يُشْرِكْ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (الكهف: ۲۶)

”اور وہ اپنے حکم میں کسی کو اپنا حصہ دار نہیں بناتا۔“

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف: ۵۴)

”خبردار! خلق اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا چلے گا۔“

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ (آل عمران: ۱۵۴)

”لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا امر میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے؟ کہہ دو کہ امر سارا کا سارا اللہ کے لئے مخصوص ہے۔“

(۲) اس اصل الاصول کی بناء پر قانون سازی کا حق انسان سے بالکل سلب کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ انسان مخلوق اور رعیت ہے، بندہ اور مملوک ہے اور اس کا کام صرف اس قانون کی پیروی کرنا ہے جو مالک الملک نے بنایا ہو۔ اُس کے قانون کو چھوڑ کر جو شخص یا ادارہ خود کوئی قانون بناتا ہے، یا کسی دوسرے کے بنائے ہوئے قانون کو تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، وہ ”طاغوت“ ہے، باغی اور خارج از اطاعت حق ہے، اور اس سے فیصلہ چاہئے والا اور اس کے فیصلے پر عمل کرنے والا بھی بغاوت کا مجرم ہے۔

لَمْ يَسْرِ إِلَى الْبَلَدِ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ (النساء: ۶۰)

”اے نبی! کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں اُس ہدایت پر ایمان لانے کو جو تم پر اور تم سے پہلے کے انبیاء پر اتاری گئی ہے اور پھر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملہ کا فیصلہ ”طاغوت“ سے کر لیں۔ حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ طاغوت سے کفر کریں (یعنی اس کے حکم کو تسلیم نہ کریں)۔“

اس مقام پر ان لوگوں کو بھی اپنے فکرمیج کو درست کر لینا چاہیے جو یہ دلیل دیتے ہیں کہ ”پاکستان کے آئین میں قرآن و سنت کو سب سے بالاتر قانون تسلیم کیا گیا ہے، لہذا یہ آئین اسلامی ہے“، اور پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ اس آئین کے تحت کام کرنے والی عدالتیں بھی از خود اسلامی عدالتوں کا درجہ قرار پاتی ہیں۔ اس ضمن میں چند امور وضاحت طلب ہیں:

☆ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس آئین میں یہ لکھا ہے کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف تسلیم نہیں کیا جائے گا، تو کیا یہ سن ان عملی قوانین و احکامات پر اثر انداز ہوتی ہے جو نہ صرف غیر شرعی ہیں بلکہ بعض صورتوں میں کھلم کھلا شریعت سے متصادم ہیں۔

☆ اور جیسا کہ یہ بات وقت کے ساتھ اور واضح ہوتی جا رہی ہے کہ ”آئین پاکستان“ دراصل اسلامی شریعت کے ساتھ کھلم کھلا مذاق اور استہزاء ہے جس کے سرورق پر تو یہ لکھا ہے کہ یہ دستور اسلامی ہے، لیکن اس کے احکام و قوانین نہ صرف ”مجر یہ ہند“ کے چر بہ ہیں بلکہ اسلامی حدود و قوانین کے بالکل متصادم و متعارض ہیں۔ صورتحال اب یہ ہے کہ آئین پاکستان کے تحت اب عملاً زناہ بالرضاء جائز ہو چکا ہے، شراب نوشی قابل جرم فعل نہیں رہا، سودا ب قانونی طور پر جائز ہونے کے بعد معیشت میں خون کی مانند دوڑ رہا ہے، قرآن کریم نے جس قصاص کو زندگی قرار دیا تھا اس کو قانونی طور پر کالعدم قرار دیا جا چکا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے قوانین کی مثال دی جاسکتی ہے۔ مختصر یہ کہ ان تمام باتوں کے باوجود ہم اس آئین کو اسلامی شریعت کے نعم البدل کے طور پر تسلیم کئے بیٹھے رہیں گے؟

☆ اس آئین کی مثال تو تاتاریوں کے سربراہ چنگیز خان کی مرتب کردہ قانون کی کتاب ”یاسق“ جیسی ہے، جو کہ تاتاریوں کے ہاں ایک آئین و دستور کے طور پر تسلیم کی جاتی تھی۔ اُس کی حقیقت یہ تھی کہ چنگیز خان نے اپنے نظریات و افکار کے ساتھ ساتھ تورات و انجیل اور کچھ اسلامی قوانین بھی اس میں شامل کر دیے تھے۔ سلف صالحین نے تاتاریوں کے وضع کردہ آئین میں کچھ احکامات اسلامی ہونے کے باوجود اس کو قانونی طور پر تسلیم کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کے کفر کا فتویٰ دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ سورۃ المائدہ کی آیت:

أَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ: ۵۰)

”(اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں تو کیا پھر یہ جہالت کے حکم اور فیصلے کے خواہش مند ہیں؟ اور جو

لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے!“

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو اس کے ایسے احکام کو چھوڑ رہے ہیں جن میں ہر قسم کا خیر ہے، ہر قسم کے

شر سے روکنے والے ہیں، ایسے احکام کو چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات، ان کی آراء اور خود ساختہ اصطلاحات کی طرف جاتے ہیں، جس طرح دور جاہلیت کے لوگ اسی طرح کے جاہلانہ اور گمراہ کن احکامات کو نافذ کرتے تھے جو انہوں نے اپنی خواہشات اور آراء سے بنائے ہوئے ہوتے تھے اور جس طرح کے فیصلے اور احکامات تیار کیا کرتے تھے جو انہوں نے اپنے بادشاہ چنگیز خان سے لئے تھے۔ چنگیز خان نے تاتاریوں کے لئے ”یاسق“ وضع کیا تھا۔ یاسق اس ”مجموعہ قوانین“ کا نام ہے جو چنگیز خان نے مختلف مذاہب، یہودیت، نصرانیت اور اسلام وغیرہ سے لے کر مرتب کیا تھا۔ اس میں بہت سے ایسے احکام بھی تھے جو کسی مذہب سے ماخوذ نہیں تھے وہ محض چنگیز خان کی اپنی خواہشات اور صوابدید پر مبنی تھے۔ یہ کتاب بعد میں قابل اتباع قرار پائی اور وہ اس کتاب کو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکامات لاگو کرنے پر بھی مقدم رکھتے تھے۔ ان میں سے جس جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ کافر ہے، واجب القتل ہے جب تک کہ توبہ کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی طرف نہ آئے اور ہر قسم کا چھوٹا بڑا فیصلہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہ کرے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۷۷۲)

اس مسئلے پر شیخ مفتی محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف آل الشیخ* جن کی غزوات علم اور بیان حق کی ایک دنیا شہادت دیتی ہے، نے بہت زبردست گفتگو کی ہے۔ چنانچہ مفتی محمد ابراہیم تفسیر ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ نے خلاف شریعت حکم چلانے والوں پر کیا فرد جرم عائد کیا ہے: کفر، ظلم اور فسق۔ ناممکن ہے کہ شریعت کے ماسوا قانون چلانے والے کو اللہ کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو۔ وہ لازماً کافر ہے چاہے وہ کفر عملی کی بنا پر کافر ہو، چاہے کفر اعتقادی کی بنا پر۔ اور جو عبد اللہ ابن عباسؓ کا قول اس آیت کی تفسیر میں بروایت طاووس وغیرہ وارد ہوا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم بغیر مائزل اللہ کفر کا مرتبک تو ہوتا ہے چاہے یہ وہ اعتقادی کفر ہو جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور چاہے وہ عملی کفر ہو جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔ جہاں تک پہلی قسم یعنی کفر اعتقادی کا تعلق ہے تو اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

کفر اعتقادی کی پہلی صورت:

یہ کہ حاکم بغیر مائزل اللہ اس بات کا انکار کرے کہ اللہ اور رسول کا حکم ہی برحق ہے۔ عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کا بھی یہی مفہوم ہے، اسی مفہوم کو امام ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے، اور وہ یہ کہ کوئی شخص اللہ کی نازل کردہ شریعت

کے ایک حکم کا سرے سے انکار ہی کر دے، اس مسئلے پر اہل علم میں کوئی بھی نزاع نہیں۔ چنانچہ اہل علم کے ہاں متفق علیہ اصول ہے کہ جو شخص اصول دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے، یا حتیٰ کہ فروغ دین میں سے بھی کسی اجماعی مسئلہ کا انکار کر دیتا ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے کسی ایک حرف کا بھی انکار کر دیتا ہے تو ایسا شخص کافر ہے اور اس کا کفر وہ ہے جس سے وہ ملت سے خارج ہو جائیگا۔

کفر اعتقادی کی دوسری صورت:

یہ کہ وہ شخص جو اللہ کی شریعت کے ماسوا قانون چلاتا ہے اس بات کا انکار تو نہ کرے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم و قانون ہی برحق ہے، مگر یہ اعتقاد رکھے کہ رسول کے ماسوا کسی کا حکم و قانون رسول ﷺ کے حکم و قانون سے بہتر یا مکمل تر یا لوگوں کے معاملات و مسائل اور وقت کی ضروریات پوری کرنے کے لحاظ سے مناسب اور جامع تر ہے۔ خواہ وہ (شریعت کے ماسوا قانون کو شریعت سے بہتر) مطلق طور پر سمجھے یا جدید حالات اور دور حاضر کے نئے مسائل کے حوالے سے، ایسے شخص کے بارے میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ کافر ہے کیونکہ یہ مخلوق کے بنائے ہوئے احکام کو جو محض ذہن و فکر کی پراگندگی ہے خدائے دانا و قابلِ صدر سائنس پر ترجیح دیتا ہے۔ زمانہ کتنا بھی تبدیل ہو جائے اور حالات و اوقات میں کتنا بھی ارتقاء آ جائے، اللہ اور رسول کا حکم کی ذات تبدیل نہیں ہوتا، جبکہ انسانی زندگی کا کسی دور میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی ایسا نہیں جس کا بہترین حل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں موجود نہ ہو، خواہ نص ظاہری کی صورت میں ہو یا استنباط کی صورت میں یا کسی اور شکل میں، یہ الگ بات کہ کوئی اس کا علم پالیتا ہے اور کوئی نہیں پالتا.....

کفر اعتقادی کی تیسری صورت:

کہ وہ یہ تو اعتقاد نہ رکھے کہ کوئی اور قانون اللہ اور رسول کی شریعت سے بہتر ہے، البتہ یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اور شریعت یکساں ہیں۔ کفر اعتقادی کی پچھلی دونوں صورتوں کی طرح یہ شخص بھی کافر ہے اور ملت سے خارج۔ کیونکہ یہ اپنے اس اعتقاد کی رو سے مخلوق اور خالق کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے اور اللہ کے اس فرمان سے تعارض اور عناد کا مرتبہ ہوتا ہے۔ ایسے مسئلہ شکی۔ کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں بلکہ وہ ان آیات سے بھی عناد برتتا ہے جن سے اللہ رب العزت کا کمال حکمت میں یکساں ہونا اور مخلوق کی مماثلت سے مبرا ہونا ثابت ہے خواہ یہ اللہ کا اپنی ذات میں یکساں ہونا ہو یا صفات میں یا افعال میں ہو یا مخلوق کے معاملات و مسائل کے فیصلے کرنے میں۔

کفر اعتقادی کی چوتھی صورت:

کہ وہ یہ اعتقاد دو نہ رکھے کہ کوئی دوسرا قانون اللہ اور رسول کی شریعت سے بہتر ہے حتیٰ کہ یہ اعتقاد بھی نہ رکھے کہ یہ دونوں

کیاں ہیں البتہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ اور رسولؐ کی شریعت کے برخلاف قانون چلانے کی گنجائش ہے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو پچھلی تینوں صورتوں کا ہے۔ کیونکہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کر دینا جائز ہے جبکہ اس کا حرام ہونا دین کی صحیح اور صریح اور قطعی نصوص سے ثابت ہے۔

کفر اعتقادی کی پانچویں صورت:

جو کہ کفر اعتقادی کی باقی سب صورتوں سے زیادہ سنگین اور زیادہ عام ہے اور جو کہ شریعت سے تصادم اور شرعی قوانین کو نظر انداز کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے اور جو کہ اللہ اور رسولؐ سے مقابلہ اور شرعی قوانین کی ہمسری کرنے میں سب سے نمایاں ہے۔ شرعی نظام عدل کے بالکل متوازی اس کی اپنی قانون سازی، اپنی تحقیق و آراء، اپنے اصول، اپنے فروع، اپنے قانونی قیاس، اپنے استنباطات، اپنے استدلالات، اپنا نفاذ، اپنے دلائل، اپنے مراجع اور اپنے وثائق اور کتب ہیں۔ چنانچہ جس طرح شرعی عدالتوں کے قانونی مراجع اور علمی حوالے اور وثائق ہیں جن کا سب کے سب کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہوتا ہے اسی طرح ان متوازی عدالتوں کے بھی اپنے قانونی مراجع اور اپنے علمی حوالے وثائق ہیں جن کا، سب کے سب کا، ماخذ قانون ہے جو کہ مختلف شریعوں اور متعدد قانونی نظاموں کا ایک ملغوبہ ہے مثلاً فرانسیسی قانون، امریکی قانون، برطانوی قانون اور شریعت سے منسوب بعض جدت پسند بدعتوں کے مذاہب و افکار وغیرہ۔

کفر اعتقادی کی چھٹی صورت:

وہ روایتی رسوم جنہیں قبائلی سردار اور علاقائی جڑگوں کے بڑے اپنے فیصلوں کی بنیاد بناتے ہیں جو کہ آباء و اجداد سے چلی آئی روایات اور رسومات ہوتی ہیں جنہیں یہ لوگ علاقائی یا قبائلی رواج بھی کہتے ہیں، جنکی اللہ کی شریعت کی طرف سے کوئی سند نہیں ہوتی۔

دی کفر کی دوسری قسم:

جس کا ایک حاکم بغیر انزل اللہ شخص مرتکب ہو سکتا ہے تو یہ وہ قسم ہے جو انسان کو ملت سے خارج نہیں کرتی۔ پیچھے یہ بات گزر چکی کہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون ”جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں“ کی عبد اللہ بن عباسؓ نے جو تفسیر کی ہے اس میں کفر کی یہی قسم آتی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ کُفْرٌ ذُوْنُ کُفْرٍ یعنی کفر ہے مگر بڑے کفر سے کسر قسم کا کفر ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباسؓ کا یہ قول لبس بالکفر الذین تذهبون الیه ”یہ وہ کفر نہیں جو تم مراد لیتے ہو“... تو وہ یہی ہے کہ قاضی اپنی کسی خواہش نفس کی بنا پر کسی خاص مقدمے میں اللہ کی شریعت سے بہت کر فیصلہ کر دے جبکہ اس کا اعتقاد بدستور یہی رہے کہ

حق تو اللہ اور رسولؐ کا حکم ہی ہے اور یہ تسلیم بھی کرے کہ اُس نے غلط کیا ہے اور حق سے پہلو تہی کر بیٹھا ہے۔ چنانچہ اس فعل کی بنا پر وہ جس کفر کا مرتکب ہوتا ہے گو وہ ملت سے خارج نہیں ہوتا، پھر بھی اس کا یہ گناہ ایک عظیم ترین معصیت ہے اور زنا، شراب نوشی، چوری اور جھوٹی قسم اٹھانے ایسے کبائر سے زیادہ بڑا گناہ۔ کیونکہ ایک ایسی نافرمانی جسے اللہ اپنی کتاب میں کفر کہہ دے کسی بھی ایسی نافرمانی سے سنگین تر ہے جسے اللہ نے کفر نہیں کہا۔

☆ قانونی طور پر چند چیزوں کو اسلامی طرز پر ڈھال کر باقی تمام احکامات کو اپنی نفسانی خواہشات یا اغیار کے افکار پر مرتب کر کے مطمئن ہو جانا اور یہ سمجھنا کہ یہ آئین و دستور تو اسلامی ہے اور اس پر عمل کرنا ایسا ہے کہ جیسا اسلامی قانون پر عمل کرنا، کیا شرعی طور پر صحیح ہے۔ کیا یہ طرز عمل مغضوب علیہم یہود کا نہیں ہے جن کے اسی طرز عمل اللہ کا شدید غضب بھڑکا:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا جُزْءُ فِي السَّعِيرِ النَّارِ
وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يُرْجَوْنَ إِلَى آثَنِ الْعَذَابِ وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (البقرة: ۸۵)

”تو کیا تم کتاب (شریعت) کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، اُن کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی پھیر دیے جائیں۔ اللہ اُن حرکات سے بے خبر نہیں جو تم (احکام شرعیہ کے ساتھ) کر رہے ہو۔“

☆ دین متین کی تکمیل اور تاقیام قیامت قرآن و سنت ہی کو ایک دستور و قانون کی حیثیت حاصل ہے تو پھر ایک نئے آئین و دستور کی تدوین و تشکیل و نفاذ کی ضرورت کیا معنی رکھتی ہے؟

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتُ الْمُنَافِقِينَ يَصُلُّونَ عَلَيْكَ صَلَواتًا (النساء: ۶۱)
”اور جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ آپ سے چمڑک کر مل رہے ہیں۔“ مرتب [

(سید مودودی کا کلام دوبارہ یہاں سے شروع ہوتا ہے)

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا خَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ (النحل: ۱۱۶)

”اور تم اپنی زبانوں سے جن چیزوں کا ذکر کرتے ہو ان کے متعلق جھوٹ گھڑ کر یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال (Lawfull) ہے اور یہ حرام (Un-lawfull) ہے۔“

اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَهُكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (الاعراف: ۳)

”جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے اولیاء (اپنے شہرے ہوئے کارسازوں) کی پیروی نہ کرو۔“

وَمَن لَّمْ يَخُضْ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدة: ۴۴)

”اور جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔“

سو کیا اسلام کے داعیوں پر آج یہ واضح ہے کہ اللہ کی شریعت کے ماسوا قانون چلانا شرک کی وہ قسم ہے جو آدمی کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتی ہے!! اور یہ کہ اس قانون کو ماننا بھی اسی طرح دائرہ ایمان سے خارج کر دینے والا کفر ہے؟

(۳) خداوند عالم کی زمین پر صحیح حکومت اور صحیح عدالت صرف وہ ہے جو اس قانون کی بنیاد پر قائم ہو جو اُس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔ اسی کا نام خلافت ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء: ۶۴)

”اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ حکم الہی کی بناء پر اس کی اطاعت کی جائے۔“

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (النساء: ۱۰۵)

”اے نبی! ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اُس روشنی کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھائی ہے۔“

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ تَبِعِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

إِلَيْكَ..... أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَّبِعُونَ (المائدة: ۴۹-۵۰)

”اور یہ کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو اس ہدایت کے مطابق جو اللہ نے اتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوشیار رہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر کے اُس ہدایت کے کسی جز سے نہ پھیر دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کی ہے..... کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ ”قانون“ چاہتے ہیں؟“

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (ص: ۲۶)

”اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے لہذا تم حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان حکومت کرو اور اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ اللہ کے راستہ سے دو آگ بھٹکالے جائے گی۔“

(۴) اس کے برعکس ہر وہ حکومت اور ہر وہ عدالت باغیانہ ہے جو خداوند عالم کی طرف سے اس کے پیغمبروں کے لئے ہوئے قانون کے بجائے کسی دوسری بنیاد پر قائم ہو۔ بلا لحاظ اس کے کہ تقصیلات میں ایسی حکومتوں اور عدالتوں کی نوعیتیں کتنی ہی مختلف ہوں، ان کے تمام افعال بے اصل اور باطل ہیں۔ ان کے حکم اور فیصلہ کے لئے سرے سے کوئی بنیاد ہی جائز نہیں ہے۔ حقیقی مالک الملک نے جب انہیں سلطان (Charter) عطا ہی نہیں کیا تو وہ جائز حکومتیں اور عدالتیں کس طرح ہو سکتی ہیں؟

(چارٹر سے ہماری مراد یہ ہے کہ جو خدا کو مالک الملک اور اپنے آپ کو اس کا خلیفہ (نہ کہ خود مختار) تسلیم کرے، پیغمبر کو اس کا پیغمبر اور کتاب کو اس کی کتاب مانے اور شریعت الہی کے تحت رہ کر کام کرنا قبول کرے، صرف ایسی ہی حکومت اور عدالت کو خداوند عالم کا چارٹر حاصل ہے۔ یہ چارٹر خود قرآن میں دیا گیا ہے کہ ﴿أَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ ”لوگوں کے درمیان حکومت کرو اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے“ حاشیہ سید مودودیؒ)

تو وہ عدالتیں جو کچھ کرتی ہیں، خدا کے قانون کی رو سے سب کا سب کا عدم ہے۔ اہل ایمان (یعنی خدا کے وفادار رعایا) ان کے وجود کو بطور ایک خارجی واقعہ (De facto) کے تسلیم کر سکتے ہیں، مگر بطور ایک جائز وسیلہ انتظام و فصل قضایا (De jure) کے تسلیم نہیں کر سکتے۔ ان کا کام اپنے اصلی فرمانروا۔ اللہ۔ کے بافیوں کی اطاعت کرنا اور ان سے اپنے معاملات کا فیصلہ چاہنا نہیں ہے، اور جو ایسا کریں وہ ادعائے اسلام و ایمان کے باوجود وفاداروں کے زمرہ سے خارج ہیں۔ یہ بات صریح عقل کے خلاف ہے کہ کوئی حکومت ایک گردہ کو باقی قرار دے اور پھر اپنی رعایا پر ان بافیوں کے اقتدار کو جائز تسلیم کر لے اور اپنی رعایا کو ان کا حکم ماننے کی اجازت دے دے۔

قُلْ هَلْ يَنْصَحُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِنُونَ إِلَهُمْ يُحْسِنُونَ ضُنْفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِمْ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا يَقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا ۚ

(الکہف: ۱۰۳-۱۰۵)

”اے نبی! کیا تم ان سے کوئی نصیحت نہیں مانتاؤں کہ اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ ناکام و نامراد کون ہیں؟ وہ لوگ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی پوری سعی بھگت گئی (یعنی انسانی کوششوں کے فطری مقصود، رضائے الہی سے ہٹ کر دوسرے مقاصد کی راہ میں صرف ہوئی) اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم خوب اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے احکام ماننے سے انکار کیا اور اس کی ملاقات (اس کے سامنے حاضر ہو کر حساب دینے) کا عقیدہ قبول نہ کیا۔ اس لئے ان کے سب اعمال حبط (کا عدم) ہو گئے اور قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں

”عے۔“

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (ہود: ۵۹)

”یہ عادیں جنہوں نے اپنے رب کے احکام ماننے سے انکار کیا اور اس کے رسولوں کی اطاعت نہ کی اور ہر جبار و دشمن حق کے امر کا اتباع کیا۔“

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٓئِهٖ فَاتَّبَعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ

بِرَشِيْدٍ ۝ (ہود: ۹۶-۹۷)

”اور ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح روشن سلطان کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیان ریاست کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے ہمارے فرستادہ شخص کے بجائے فرعون کے امر کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا امر درست نہ تھا (یعنی مالک الملک کے سلطان پر مبنی نہ تھا)۔“

وَلَا تَطْعَمُ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِ نَا وَاتَّبَعَ هَوٰهٗ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرْطَا (الکہف: ۲۸)

”اور تو کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے (یعنی اس حقیقت کے شعور و ادراک سے) غافل کر دیا جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور جس کا امر حق سے ہٹا ہوا ہے۔“

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَكُمْ يُنْزِلُ بِهٖ سُلْطٰنًا (الاعراف: ۳۳)

”اے نبی! کہہ دو کہ میرے رب نے حرام کیا ہے فحش کاموں کو خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور معصیت کو اور حق کے بغیر ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کو، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ (حاکمیت) یا الوہیت میں ان کو شریک کرو جن کے لئے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔“

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءَ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمْرًا اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ (یوسف: ۴۰)

”اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی بندگی کرتے ہو وہ تو محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اگلوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے کوئی سلطان نازل نہیں کیا ہے حکم صرف اللہ کے لئے خاص ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔“

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُتَّقِيْنَ تُوَلِّ مَا تُوَلِّى وَاُفْلِحْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (النساء: ۱۱۵)

”اور جو کوئی رسول سے جھگڑا کرے درآنحالیکہ راہ راست اس پر واضح ہوگئی اور ایمان داروں کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے لگے، اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدرہ خود مڑ گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔“

فَلَا زَرْبَ لَكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُخِجُكَ مَلَكُكُمْ فَيَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء: ۶۵)

”پس تیرے رب کی قسم! وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اے نبی ﷺ تمہارے پاس ہی اختلافات میں فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کریں۔“

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلٰى الرَّسُوْلِ رَاٰتِ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا

(النساء: ۶۱)

”اور جب کہا گیا کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف تو تو نے منافقوں کو دیکھا کہ تجھ سے چمڑک کر مل رہے ہیں۔“

وَلَنْ يُجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: ۱۴۱)

”اور اللہ نے کافروں (یعنی اپنی سلطنت کے باغیوں) کے لئے اہل ایمان (یعنی اپنی قوادار عایا) پر کوئی راہ نہیں رکھی ہے۔“

یہ قرآن کے حکمت ہیں۔ ان میں کچھ بھی متشابہ نہیں ہے۔ اسلام کے نظام اخلاق، نظام تمدن اور نظام قانون کی بنیاد جس مرکزی عقیدہ پر رکھی گئی ہے وہی اگر مشتبہ رہ جاتا ہے، تو قرآن کا نزول ہی معاذ اللہ بیکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن نے اس کو اتنے صاف اور قطعی طریقے سے بیان کر دیا ہے کہ اس میں دو رائیں ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ پھر جب کہ اسلام کی ساری عمارت ہی اس سبب بنی پر کھڑی ہے کہ اللہ نے جس چیز کے لئے کوئی سلطان نہ اتارا وہ وہی اصل ہے اور اللہ کے سلطان سے بے نیاز ہو کر جو چیز بھی قائم کی گئی ہو اس کی قانونی حیثیت سراسر کالعدم ہے، تو کسی خاص معاملہ کے متعلق یہ دریافت کرنے کی کوئی حاجت نہیں رہتی کہ اس معاملہ میں بھی کسی غیر الہی حکومت کی عدالتوں کا فیصلہ شرعاً نافذ ہوتا ہے یا نہیں۔

جس بچے کا تلفظ ہی حرام سے قرار پایا ہو تو اس کے بارے میں یہ کب پوچھا جاتا ہے کہ اس کے بال بھی حرامی ہیں یا نہیں؟ خنزیر جب پورا کا پورا حرام ہے تو اس کی کسی بوٹی کے متعلق یہ سوال کب پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی حرام ہے یا نہیں؟ پس یہ سوال کرنا کتنا فحش نکاح، اور فریقین میں بین الزوچین اور ایقائے طلاق کے بارے میں غیر الہی عدالتوں کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے یا نہیں، اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور اس سے زیادہ ناواقفیت کی دلیل یہ ہے کہ سوال صرف غیر مسلم تجوں کے بارے میں کیا جائے۔ گویا سائل کے نزدیک جو نام کے مسلمان حج غیر الہی نظام عدالت کے پرزوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہوں ان کا فیصلہ تو نافذ ہو ہی جاتا ہوگا، حالانکہ خنزیر کے جسم کی بوٹی کا نام ”بکرے کی بوٹی“ رکھ دینے سے نہ تو وہ بوٹی فی الواقع بکرے کی بوٹی بن جاتی ہے اور نہ حلال ہی ہو سکتی ہے۔

[اسی طرح غیر الہی قوانین پر مشتمل آئین و دستور کے ماتھے پر ”دستور اسلامی“ یا ”قرارداد مقاصد سے منظور شدہ“ لکھ دینے سے وہ اسلامی آئین نہیں بن جاتا۔ مرتب]

اس میں شک نہیں کہ اسلام کے اس اصل الاصول کو تسلیم کرنے کے بعد غیر الہی حکومت کے تحت مسلمانوں کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے لیکن مسلمانوں کی زندگی کو آسان کرنے کے لئے اسلام کے اولین بنیادی اصول میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ مسلمان اگر غیر الہی حکومتوں کے اندر رہنے کی آسانی چاہتے ہیں تو انہیں اصول اسلام میں ترمیم کرنے یا الفاظ دیگر اسلام کو غیر اسلام بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہے، البتہ ”مرمت“ ہونے کا موقع ضرور حاصل ہے۔ کوئی چیز یہاں اس سے مانع نہیں۔ شوق سے اسلام کو چھوڑ کر کسی آسان طریقہ زندگی کو قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان رہنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے صحیح اسلامی طریقہ یہ نہیں ہے کہ غیر الہی حکومت میں رہنے کی آسانیاں پیدا کرنے کے لئے ایسے حیلے بھانے ڈھونڈتے پھریں جو اسلام کے بنیادی اصولوں سے متعارض ہوں، بلکہ صرف ایک راستہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے اور وہ یہ کہ جہاں بھی وہ ہوں، حکومت کے نظریہ کو بدلنے اور اصول حکمرانی کو درست کرنے کی سعی میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں۔

(ترجمان القرآن۔ اگست ۱۹۴۰ء)

سید مودودیؒ ایک جگہ پر مزید فرماتے ہیں:

”ایک مسلمان کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغان حکمران ہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں حکم الناس علی الناس للناس (Government of the people by the people for the people) کے نظریے کا قائل

نہیں ہوں کہ مجھے اس پر مسرت ہو میں اس کے برعکس حکم اللہ علی الناس بالناس (Rule of Allah on people with justice) کا نظریہ رکھتا ہوں۔ اس اعتبار سے میرے نزدیک انگلستان پر انگریزوں کی حاکمیت اور فرانس پر اہل فرانس کی حاکمیت جس قدر غلط ہے اسی قدر ترکی اور دوسرے ملکوں پر ان کے اپنے باشندوں کی حاکمیت بھی غلط ہے، بلکہ اس سے زیادہ غلط وہ اس لئے ہے کہ جو تو میں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں ان کا اللہ کے بجائے انسانوں کی حاکمیت اختیار کرنا اور بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ غیر مسلم اگر حضالین کے حکم میں ہیں تو یہ اس طرز عمل کی بنا پر مغضوب علیہم کی تعریف میں آتے ہیں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت میں میرے لئے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جہاں مسلم اکثریت کے تعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے میرے نزدیک جو سوال سب سے مقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس اللہ کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ پاکستان ہوگا ورنہ بصورت دیگر یہ ویسائی ”پاکستان“ ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے۔ بلکہ اللہ کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ مبغوض و ملعون ہوگا کیونکہ یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے لوگ وہ کام کریں گے جو غیر مسلم کرتے ہیں۔ اگر میں اس بات پر خوش ہوں کہ یہاں بنگوان داس کی بجائے عبداللہ خدا کی کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ نریشنلزم (Nationalism) ہے اور یہ مسلم نیشنلزم بھی اللہ کی شریعت میں اتنا ہی ملعون ہے جتنا ہندوستانی نیشنلزم۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی بھی کوئی اہمیت نہیں کہ ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے تمام روئے زمین ایک ملک ہے۔ انسان نے اس کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ اب تک کی تقسیم اگر جائز تھی تو آئندہ مزید تقسیم ہو جائے تو کیا مجزؤں جائے گا۔ یہ کیوں سا ایسا بڑا مسئلہ ہے جس پر مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی غور و فکر میں اپنا وقت ضائع کریں؟

مسلمان کو تو صرف اس چیز سے بحث ہے کہ یہاں انسان کا سر اللہ کے حکم کے آگے جھکتا ہے یا حکم الناس کے آگے؟ اگر اللہ کے حکم کے آگے جھکتا ہے تب تو اسے اور زیادہ وسیع کیجئے ہماری دیکھو اور کوچ میں سے بٹائیے۔ سمندر کو بھی نظر انداز کر دیجئے تاکہ ایشیا، افریقہ اور امریکہ سب ہندوستان میں شامل ہو سکیں اور اگر یہ حکم الناس کے آگے جھکتا ہے تو جہنم میں جائے ہندوستان اور اس کی خاک کا پرستار۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی کہ یہ ایک ملک رہے یا دس ہزار ٹکڑوں میں بٹ جائے۔ اس بات کے ٹوٹنے پر ترپے وہ جو اسے معبود سمجھتا ہو مجھے تو اگر یہاں ایک مربع میل کا رقبہ بھی مل جائے جس میں انسان پر اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت نہ ہو تو میں اس کے ایک ذرہ خاک کو بھی ہندوستان سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم (Imperialism) سے آزاد کرایا جائے، انگریز کی حاکمیت سے نکلنا تو صرف لا الہ کا ہم معنی ہوگا۔ فیصلہ کا انحصار محض اس نفی پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ اس کے بعد اثبات کس چیز کا ہوگا؟ اگر آزادی کی یہ ساری لڑائی صرف اس لئے ہے..... اور مجاہدین حریت میں کون صاحب یہ جھوٹ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ اس لئے نہیں ہے..... کہ امپریلزم کے الٹ کو ہٹا کر ڈیموکریسی (Democracy) کے الٹ کو بت خانہ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے تو مسلمان کے نزدیک درحقیقت اس سے کوئی فرق بھی واقع نہیں ہوتا۔ لات گیا منات آ گیا۔ ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی باطل کی بندگی جیسی تھی ویسی ہی رہی کون مسلمان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے؟

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب جنس فاسد نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے سیاسی لیڈر ہوں یا قدیم طرز کے مذہبی راہنما دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ ایک دماغ پر ہندو کا ہوا سوار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہندو امپریلزم کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے اور دوسرے گروہ کے سربراہانگریز کا بھوت مسلط ہے وہ انگریزی امپریلزم چنگل سے بچ جانے کو نجات سمجھ رہا ہے ان میں کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں ورنہ دیکھتے کہ اصلی شیطان یہ نہیں بلکہ وہ اصلی شیطان غیر اللہ کی حاکمیت ہے اس سے نجات نہ پائی تو کچھ نہ پایا۔ لڑتا ہے تو اس کو مٹانے کے لئے لڑو تیر چلا تا ہوا اس ہدف کی طرف باندھ کر چلاؤ۔ جس قدر قوت صرف کرتی ہے اسے محو کرنے پر صرف کرو۔ اس کے سوا جس کام میں بھی تم اپنی مساعی صرف کرو گے وہ پراگندہ اور رائیگاں ہو کر رہے گا۔

مغربی طرز کے لیڈروں پر تو چند ان حیرت نہیں کہ ان پیچاروں کو قرآن کی ہوا تک نہیں لگی۔ مگر حیرت ہے ان علماء پر جن کا رات دن کا مشغلہ ہی قال اللہ وقال الرسول ہے کچھ میں نہیں آتا کہ آخراں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ قرآن کو کس نظر سے پڑھتے ہیں کہ ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی انہیں اس قطعی اور دائمی پالیسی کی طرف ہدایت نہیں ملتی جو مسلمان کے لئے اصولی طور مقرر کر دی گئی ہے۔ جن مسائل کو انہوں نے اہم قرار دے رکھا ہے قرآن میں ہمیں ان کی فروغی اور ضمنی اہمیت کا بھی نشان نہیں ملتا اور جن معاملات پر بے چین ہو کر انہوں نے دہلی میں آزاد مسلم کانفرنس منعقد فرمائی اور تڑپ تڑپ کر تقریریں کیں اس نوعیت کے معاملات کہیں اشارتاً بھی قرآن مجید میں زیر بحث نہیں آتے برعکس اس کے قرآن حکیم میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر نبی آتا ہے اور ایک ہی بات کی طرف اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے۔

”اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“

اسلامی تحریک کے ہر رہنما نے ہر ملک اور ہر زمانے میں تمام وقتی اور مقامی مسائل کو نظر انداز کر کے اسی ایک مسئلہ کو آگے رکھا، اسی پر اپنا زور صرف کیا تو اس سے صرف یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ مسئلہ اہم مسائل تھا اور وہ اسی کے حل پر زندگی کے تمام مسائل کا حل موقوف سمجھتے تھے“ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان)

اسلام نہ اُس حکومت کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک الملک، یعنی اللہ سے بے تعلق ہو کر آزادانہ خود مختارانہ قائم ہوئی ہو، نہ اُس قانون کو تسلیم کرتا ہے جو کسی انسان یا انسانوں کی کسی جماعت نے بطور خود بنالیا ہو، نہ اُس عدالت کے حق سماعت و فصل خصوصیات کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک و فرمانروا کے ملک میں اس کی اجازت (Sanction) کے بغیر اس کے باغیوں نے قائم کر لی ہو۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایسی عدالتوں کی حیثیت وہی ہے جو انگریزی قانون کی رُو سے اُن عدالتوں کی قرار پاتی ہے جو برطانوی سلطنت کی حدود میں ”تاج“ (Kingdom) کی اجازت کے بغیر قائم کی جائیں۔ ان عدالتوں کے جج، ان کے کارندے اور وکیل، اور ان سے فیصلے کرانے والے جس طرح انگریزی قانون کی نگاہ میں باغی و مجرم اور بجائے خود مستلزم سزا ہیں، اسی طرح اسلامی قانون کی نگاہ میں وہ پورا عدالتی نظام مجرمانہ و باغیانہ ہے جو بادشاہ ارض و سما کی مملکت میں اس کے ”سلطان“ (Authority) کے بغیر قائم کیا گیا ہو، اور جس میں اس کے منظور کردہ قوانین کے بجائے کسی دوسرے کے منظور کردہ قوانین پر فیصلہ کیا جاتا ہو۔ ایسا نظام عدالت مجرم مجسم ہے، اس کے جج مجرم ہیں، اس کے کارکن مجرم ہیں اور اس کے ہر کام کا قطعی طور پر کالعدم ہیں۔ اگر ان کا فیصلہ کسی خاص معاملہ میں شریعت اسلامی کے مطابق ہو، تب بھی وہ فی الاصل غلط ہے۔ کیونکہ بغاوت اس کی جڑ میں موجود ہے۔